جناب فخر الدین صدیقی ایڈووکیٹ
ہائی کورٹ لاہور

اقبال اور وطنیت

قومِ ما از ہند و روم و شام نیست
مرز بومِ او بجز اسلام نیست

مغربی دانشوروں کے نزدیک مختلف انسانوں کا ایک گروہ جو کسی بھی وطن یا ملک میں رہتا ہو، قوم کہلاتا ہے۔ ان کے نزدیک وجۂ اشتراک اور علّتِ جامع نسل اور زبان ہے اور اسی کو وہ قومیت کی اساس قرار دیتے ہیں۔ مگر اسلامی اصولِ تمدن کی رو سے تمام انسان چاہے وہ کسی بھی خطے میں رہتے ہوں اور کسی بھی رنگ و نسل سے متعلق ہوں وہ ایک قوم کہلاتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ رشتۂ اخوتِ اسلامی سے وابستہ ہوں۔ گویا بلالِ حبشیؓ اور صہیب رومیؓ ہم قوم تھے۔ مگر ابوجہل اور ابولہب غیر قوم تھے۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرما کر نہ صرف اسلام کیلئے وطن کی حدود کو وسیع کر دیا بلکہ غیروں کا ساختہ بتِ وطنیت پاش پاش کر دیا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد آپ کے خلفائے راشدینؓ کے دور میں بھی قومیت کی اساس صرف اسلامی اخوت پر رہی مگر جب مسلمانوں نے اس برادرانہ تعلق کو توڑ کر اسلامی ریاست کو مختلف ناموں ہندی، عربی، ایرانی، عراقی، ترکی، افغانی اور تورانی وغیرہ میں بانٹ دیا۔ تو نہ صرف یہ کہ اسلام کو حد سے زیادہ نقصان پہنچا۔ بلکہ وہ آفتابِ اسلام جو نصف النہار تک آ پہنچا تھا۔ وہ بھی گرہن کا شکار ہو کر اپنی آب و تاب کھو بیٹھا۔

علامہ اقبال نے جب نظرِ غائر سے اسلام کے تاریخی حالات، تدریجی ارتقاء اور پھر زوال پذیر ہونے کا مطالعہ کیا تو انہوں نے شدت سے محسوس کیا کہ اسلام کی عظمتِ رفتہ

اور شوکتِ پارینہ کو زندہ کرنے کا واحد راستہ یہ ہے کہ مسلمان اسی جذبۂ اخوت کو تازہ کریں جو مہاجرین و انصار کے درمیان قائم ہوا تھا۔ چنانچہ انہوں نے جابجا اپنے کلام میں اِسکی طرف خوب واضح طور پر اشارے کئے ہیں ؎

بتانِ رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی نہ ایرانی، نہ افغانی

خود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"تم میں سے کسی کو کسی پر فخر حاصل نہیں بجز اس کے کہ وہ عملِ صالح سے فوقیت پا جائے"۔

علامہ نے اسی قول کو یوں نظم کیا ہے ؎

جو کریگا امتیازِ خاک و خوں مٹ جائے گا
ترکِ خرگاہی ہو یا اعرابیٔ والا گہر

اس مضمون کو فارسی زبان میں یوں پیش کیا ہے ؎

نے افغانیم و نے ترک و تاریم
چمن زادیم و از یک شاخساریم
تمیز رنگ و بو بر ما حرام است
کہ ما پروردۂ یک نوبہاریم

علامہ نے مسلمانوں کو اس تصورِ قومیت سے خبردار کیا ہے جو اہلِ یورپ نے پیش کیا ہے۔ اس لئے کہ یورپ نہیں چاہتا کہ ہم مسلمان پھر سے رشتۂ اخوت میں منسلک ہو کر ایک ہو جائیں۔ اس لئے وہ کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کو برسرِ پیکار رکھتا ہے آج کل مشرق کے اسلامی ممالک پاکستان و افغانستان اور خصوصاً مصر و شام اور اردن و فلسطین کے ساتھ جس حکمتِ عملی سے یورپ اور امریکہ کھیل رہا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ لوگ مسلمانوں کو متحد دیکھ کر گھبراتے ہیں۔ اس لئے ہر قیمت پر وہ مسلمانوں میں تشتّت و افتراق کا بیج بوتے رہتے ہیں۔

آج تیس سے زائد ممالک میں اسلامی حکومتیں قائم ہیں۔ مگر ہر ایک کی قومیت .. علاقائی اور زبان اور نسل کی مرہونِ منت ہے۔ مثلاً کوئی پاکستانی کہلاتا ہے، کوئی ایرانی تو کوئی عربی اور مصری کہلانا باعثِ فخر سمجھتا ہے۔

. . . نہ اصولِ ریاست پر قرآن کی چھاپ ہے اور نہ اصولِ سیاست کا اسلام سے کوئی تعلق ہے۔ ان دونوں پر مغرب کی مصدقہ مہر نہ ہو تو قابلِ قبول ہی نہیں ہوتے اگر تمام اسلامی ریاستوں کی قومیت اسلام ہو اور زبان ایک ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ مسلمان پرانی راہ پر آکر اپنی معراج کو نہ پا سکیں۔

مگر وائے افسوس! کیا یہ اسی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے جن کی نسبت آپؐ نے فرمایا تھا:

"میری امت کے افراد جسمِ واحد کی مانند ہیں۔ جب کوئی ایک حصہ دردوکرب میں مبتلا ہوتا ہے تو تمام جسم اس کے لئے بیقراری کا اظہار کرتا ہے۔"

خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ "تم میں سے جس کے اعمالِ صالح ہوں گے، اسے خلافتِ ارضی عطا ہوگی۔" اگرچہ مسلمانوں کی بیشمار ریاستیں ہیں مگر ان میں سے فی زمانہ ایک بھی ایسی نہیں جسے ہم خلافتِ ارضی کا نام دے سکیں۔ بلکہ ان سب کا وجود ہی جغرافیائی حد بندیوں پر قائم ہے۔ حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں ناپسندیدہ ہیں۔

علامہ اقبال نے اس نکتے کو یوں بیان کیا ہے ؎

اپنی ملت پر قیاس اقوامِ مغرب کا نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی!
ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار
قوتِ مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تیری
دیں کا دامن ہاتھ سے چھوٹا تو جمعیت کہاں
اور جمعیت ہوئی رخصت تو ملت بھی گئی!

گویا علامہ نے اسلامی اخوت کو اسلاف کی طرح رنگ ونسل پر فوقیت دی ہے رنگ ونسل میں امتیاز کرنا تو ایک مکارانہ سیاسی چال ہے۔ اسی لئے اسلاف نے وطنیت کے اس بت کو پاش پاش کرنے کا حکم دیا ہے۔ علامہ نے وطنیت کے جذبے کی حوصلہ شکنی کرتے ہوئے مومن کو آفاقی بننے کی تعلیم دی ہے۔

ہو قید مقامی کی، نتیجہ ہے تباہی
رہِ بحر میں آزاد صورتِ ماہی

ہے ترکِ وطن سنتِ محبوبِ الٰہی
دے تو بھی نبوت کی صداقت کی گواہی

اقبال کے نزدیک کسی مقام کی قید میں رہ کر اسے وطن کے طور پر اختیار کرنا ایک بہت بڑی تباہی کو دعوت دینا ہے۔ اس ضمن میں انہوں نے ہجرتِ نبویؐ کو نمونے کے طور پر پیش کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے قول اور عمل سے وطن کے جن نقوش کو اجاگر فرمایا ہے وہ اس دور کے مروّجہ نقوش سے مختلف ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وطن جغرافیائی حدود، رنگ ونسل اور قومیت کی حدود سے بالاتر ہے۔

علامہ اقبال نے اس تعلیم کی روشنی میں اپنا تصورِ وطنیت یوں پیش کیا ہے ؎

درویشِ خدا مست نہ شرقی ہے نہ غربی
گھر میرا نہ دلی نہ صفاہاں نہ سمرقند

اقبال کے نزدیک خرابیوں کی جڑ موجودہ دور کا تصور وطنیت ہے۔ اسی لئے دنیا بھر کی تمام اقوام رقابت وحسد، بغض وکینہ اور افتراق ونفاق کا شکار رہتی ہیں اور ہر دل سے احترامِ آدمیت اٹھ چکا ہے۔ علامہ نے اس رمز کی کیا خوب وضاحت فرمائی ہے ؎

تسخیر مقصودِ تجارت تو اسی سے،
اقوام جہاں میں ہے رقابت تو اسی سے
خالی ہے صداقت سے سیاست تو اسی سے
کمزور کا گھر ہوتا ہے غارت تو اسی سے
اقوامِ مخلوقِ خدا بٹتی ہے اسی سے
قومیتِ اسلام کی جڑ کٹتی ہے اسی سے

دور کیوں جائیں، اپنے ملک کے اندر بساطِ سیاست پر جو مہرے نظر آتے ہیں وہ سب "اسلامی"، تو کجا "پاکستانی"، کے نام پر بھی جمع نہیں ہوتے۔ کوئی بلوچی اور سندھی امتیاز کا حامل ہے۔ تو کوئی پنجابی اور پختون کہلانا باعثِ فخر سمجھتا ہے۔ انکے اسی جھوٹے وقار نے وطنِ عزیز کا ایک بازو کاٹ کر غیروں کی جھولی میں ڈال دیا

ہے۔ جو باقی ہے اس پر بھی حرص و آز کے دانت تیز کئے جا رہے ہیں۔ کوئی نعرہ لگاتا ہے کہ پہلے ایوب خاں پٹھان کھاتا رہا اور اب سندھی وڈیرا لیڈر بن کے آیا ہے مگر پنجابی دبا ہوا ہے۔ یہ سب نعرے نہ صرف غیر اسلامی فکر کے حامل ہیں بلکہ غیر انسانی قدروں کی طرف لے جا کر ہمیں تباہی کے غار کی طرف لے جا رہے ہیں۔ کیا ہماری سیاست میں ایک بھی رجلِ رشید نہیں جو ہر ایک تعلق سے بے نیاز ہو کر ان بکھرے ہوئے ذرّوں کو ملا کر یکجا لے آئے؟ کاش کوئی انہیں سمجھائے کہ غیر از اسلام نہ کوئی رشتہ زندہ ہے نہ پائندہ، اور بجز اسلامی اخوت کے کوئی تصورِ قومیت نہ اتحاد کا ضامن بن سکتا ہے اور نہ کبھی بنا ہے۔ خود اہلِ یورپ میں جب کبھی بھی طاقت دکھانے کا وقت آیا ہے تو صلیب اور کلیسا کے نام پر اجتماع ہوا ہے اور اب بھی وہ سارے اس پختہ رشتے کا احترام کرتے ہیں ——۔ کیا مسلمان اپنے اسلاف کے سبق کو دہرا نہیں سکتے؟ کیا وہ اتحادِ اسلامی سے کام لے کر ایک حیرت انگیز اور غالب طاقت بن کر ابھر نہیں سکتے؟ —— یقیناً ایسا ہو سکتا ہے اگر اسی وقت جب ہم سب اپنے وطن کو اسلام کا نام دیں اور قومیت کی بنیاد اسلامی اخوت پر رکھیں۔ ورنہ تمام جذبات بے سود اور لا حاصل ہیں۔

اللہ کرے کہ ہم غلط قسم کے جذبۂ وطنیت سے ہٹ کر سچے اور اسلامی جذبے کے تحت ایک اور نیک ہو جائیں ؎

تقلید کی روش سے تو بہتر ہے خودکشی
رستہ بھی ڈھونڈ خضر کا سودا بھی چھوڑ دے

(اقبال)